زیرنگرانی

اعلیٰ حضرت شمس العلما مولینا مولوی سید مقبول احمد شاہ قادری کشمیری رضی اللہ عنہ

قیمت: 50

ناشر اول

انجمن اسلامیہ سنی حنفیہ ہانگل (ضلع دھارواڑ صوبہ ممبی)

ناشر دوم

تنظیم الرشاد کنچگار محلہ ہانگل شریف (ضلع ہاویری صوبہ کرناٹک) موبائیل: 08867928867

کتابت وطباعت نعت کمپوزنگ پوئنٹ 9741277047

فہرست مضامین

★**ارشاد خداوندی** جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں شدید عذاب دیا جائے گا۔ اور قیامت کے روز ان کی پیشانی اور پہلوؤں پر اسے گرم کر کے داغ دیا جائے گا۔

★**انبیاء علیہم السلام** میں حضرت نوح علیہ السلام بڑھئی، حضرت داؤد علیہ السلام لوہار اور حضرت سلیمان زنبیل بنا کر رزق حاصل کرتے تھے۔ اورنگ ازیب علیہ الرحمہ ٹوپیاں بنا کر اور ناصر الدین قرآن شریف لکھ کر بسر اوقات کرتے تھے۔ حضرت ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا چمڑے کی دباغت کا کام کرتی تھیں۔ حضرت عین الدین لاہوری علیہ الرحمہ قصاب تھے۔

★**حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا** کی عمر مبارک حضور ﷺ کے وصال کے وقت صرف 18 سال تھی۔ مسروق کہتے ہیں کہ بڑے بڑے صحابہ کو میں نے دیکھا کہ حضرت صدیقہ سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ عطا کہتے ہیں کہ مردوں سے زیادہ مسائل سے واقف اور عالم تھیں۔ ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ جو ہمیں علمی مشکل درپیش آتی تھی تو حضرت صدیقہ کے پاس اس کے متعلق تحقیق ملتی تھی (اصابہ) دو ہزار دو سو دس حدیثیں کتب حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ کی ملتی ہیں (تلقیح)

★**حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ** کے زمانۂ خلافت میں ایک شخص پکڑ کر لایا گیا۔ جس نے رمضان میں شراب پی تھی۔ اور وہ روزہ سے نہیں تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ تیرا ناس ہو۔ ہمارے تو بچے بھی روزہ دار ہیں۔ (بخاری شریف)

★**جس** نے قرآن پڑھا اور اس پہ عمل بھی کیا تو اس کے ماں باپ کو ایک تاج پہنایا جائے گا جس کی تابانی اور درخشانی آفتاب کی چمک اور درخشانی سے بھی زیادہ ہوگی (ابوداؤد)

سنت والجماعت

(اعلیٰ حضرت شمس العلما پیر سید مقبول احمد شاہ قادری رضی اللہ عنہ ہانگل شریف)

مسلمانو! اچھی طرح غور سے سنو۔ ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کو مومن اور مسلمان کہتے تھے۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک ایمان واسلام ایک ہی چیز ہے۔ گو لفظ تو دو ہیں۔ اور اس میں لغوی تھوڑی سی فرق بھی ہے۔ مگر شرعاً دونوں لفظوں میں کچھ فرق نہیں ہے۔ جب مسلمانوں کو ابتدائے اسلام میں کافروں نے تکلیف پہنچائی۔ کچھ مسلمان مرد اور عورتیں حبش کی طرف ہجرت کر گئے۔ انہی کو اللہ پاک نے مہاجرین اولین سے تعبیر فرمایا۔

بعد کو جس وقت سب مسلمان ہجرت کر گئے، مدینہ طیبہ پہنچے۔ اللہ پاک نے ہجرت کرنے والوں کو مہاجرین سے تعبیر فرمایا اور اہل مدینہ کو انصار سے۔ مگر یہ مہاجر و انصار کون تھے۔ وہی مسلمان تھے۔ جن کو ابتدا میں مومن و مسلمان کہتے تھے۔ اب ان سب کو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں۔ اب ان میں بعض بدر کی لڑائی میں شریک تھے۔ ان کو بدری صحابہ کہتے ہیں۔ بعض صلح حدیبیہ میں شریک تھے۔ بعض غزوۂ احد میں شریک تھے۔ ان سب کو ایک ایک نام سے موسوم کرتے ہیں۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عالم سے تشریف لے گئے اس وقت صحابہ کے درمیان میں خلافت کے متعلق کچھ اختلاف پڑا۔ اس میں سے بعض جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں خوف کے مارے ایمان ظاہر کرتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری حیات سے پردہ فرمانے کے بعد صاف مرتد ہو گئے۔ بعض کا ارتداد ظاہر نہیں ہوا۔ مگر خلافت حضرت ابا بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ناراض تھے۔ یہ بھی دراصل منافق ہی تھے۔ بعضوں نے آڑ لے لی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی۔ یہ کہنے لگے کہ خلافت کے حقدار اصل حضرت مولیٰ علی ہیں۔ ان کو شیعہ علی کہتے تھے۔ بعضوں نے طرفداری کی عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی، انہوں نے حضرت مولی علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں خروج کیا۔ ان ہی کو خوارج سے کہتے ہیں۔ محمد ابن عبدالوہاب نجدی خاندان اہل خوارج سے ہیں۔ اور وہابی بھی اہل خوارج سے ہوئے۔ بعضوں نے قدر کا انکار کیا۔ ان کو قدریہ کہتے ہیں۔ بعضوں نے قیامت کے روز اللہ پاک کی رویت کا انکار کیا۔ اور عذاب قبر کا انکار کیا۔ سوال وجواب قبر کا انکار کیا۔ ان کو معتزلہ کہتے ہیں۔ غرض ابتدائے اسلام میں جن کو مومن مسلمان کہتے تھے۔ بعد انہی کو مہاجر بھی کہے۔ انہی کو انصار بھی کہے۔

جب خلافت حضرت ابا بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اتفاق کیا۔ انہی کو اہل سنت والجماعت کہتے ہیں۔ اس واسطے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول وفعل وتقریر پر اور صحابہ کے قول وفعل اور تقریر پر عمل کرنے والے اور اجماع امت پر عمل کرنے والے ہیں باقی یعنی رافضی، خوارجی، وہابی وغیرہ کے نزدیک صحابی کا قول وفعل حجت نہیں۔ اسی واسطے انہوں نے صحابیوں کو بدعتی کہا۔ رافضی، خوارجی، وہابی کے نزدیک اجماع امت بھی حجت نہیں۔ اسی واسطے رافضیوں نے حضرت ابا بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو انکار کیا۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک خلافت حضرت ابا بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو انکار کرنا کفر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنت والجماعت کے متعلق کہا کہ ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہے گی۔ اب یہی جماعت ابتدا سے چلی آئی۔ اس کے سوائے جتنے ہیں اسلام سے خارج۔ اگرچہ اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتے تھے اور کہتے ہیں۔

حدیث کی تعریف علما نے یہ کی ہے کہ صاحب ہدایہ علامہ جرجانی وشرح ترمذی میں شیخ محقق شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں یہ تعریف کی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ کیا اور فرمایا اور ان کے سامنے کسی نے کوئی کام کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے اس کو بھی حدیث کہتے ہیں۔

بقیہ صفحہ نمبر۔05۔۔پر

اتفاق

ازجناب سیدعیسیٰ صاحب قادری

مسلمانوں کو اشد ضرورت ہے۔ آپس میں اتفاق و اتحاد کی اللہ پاک نے حکم دیا' دین کی رسی کو مظبوط پکڑو۔ آپس میں تفرقہ نہ ڈالو مگر یہ اتفاق اتحاد فرع ہے۔ اصول دین کا یعنی ایمان اور نماز۔ روزوں کا۔ جب تک ایمان مضبوط نہ ہو۔ نماز روزہ کام نہیں آتا۔ جب نماز، روزوں کے ہم پابند رہیں۔ اللہ پاک ہمارا غلبہ دیتا ہے۔ دین کے اندر اور دنیا کے اندر بھی۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے۔ مسلمانو! تم کم ہمت نہ ہو جاؤ۔ تم ہمیشہ غالب رہو۔ جب تم اسلام کے پابند رہو۔ یعنی یہاں پر شرط موخر ہے۔ جزا مقدم۔ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ مسلمان ہمیشہ غالب رہیں۔ جب اسلام کے پابند رہیں۔ جب ہم اس کی پابندی چھوڑ دیں گے تو ذلیل وخوار ہو جائیں گے۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ نماز روزوں کی پابندی کے بعد آپس میں اتفاق پیدا کریں۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔ تمام مسلمانوں کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک جسد واحد کے کان میں درد ہوتا ہے تو سارا بدن دُکھتا ہے اگر ناک میں درد ہوتا ہے تو سارا بدن دکھتا ہے۔ اس کی یہ مثال ہے اگر ایک مسلمان کو تکلیف ہو تو اس کی تکلیف کو ساری دنیا کے مسلمانوں کے محسوس کرنا چاہیئے۔ اس مسلمان کی تکلیف دور کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ جیسے ہم اپنے دردوں کے علاج کی کوشش کرتے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے دیوار کی طرح ہے۔ جیسے ایک اینٹ دوسرے اینٹ کو مضبوط بنا دیتی، اور دیوار قائم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کو چاہیئے کہ اگر ایک مسلمان گر جائے تو اس کو گرنے نہ دیں۔ جہاں تک ممکن ہو تو اس کی تائید و مدد کریں۔ اور اس کو قائم رکھیں۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ نے فرمایا اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی بیمار پرسی کرے۔ اگر صبح کے وقت بیمار پرسی کرے تو اس کے واسطے ستر ہزار فرشتے مغرب تک استغفار مانگتے ہیں اور اگر شام کو بیمار پرسی کرے تو اس کے لئے ستر ہزار فرشتے صبح تک استغفار مانگتے ہیں۔ مگر یہ سارا دارومدار اس پر ہے کہ مسلمان سنت جماعت کا ہو۔

ورنہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو فرقہ ناجیہ یعنی سنت جماعت سے نہ ہوا ان کے ساتھ نہ کھاؤ نہ پیو۔ نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ نہ ان کے مردوں پر جنازہ پڑھو نہ ان کے بیمار پرسی کرو۔ یہ لوگ برے طریقہ پر ہیں۔ برے طریقہ کا اثر انسان پر جلد ہی ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے مثال فرمائی، نیک وصالح آدمی کی مثال عطار کی سی ہے جب تو اس کے پاس بیٹھا رہے گا تیرا دماغ خوشبو سے معطر رہے گا اور کبھی تجھے عطر کے ساتھ خاطر تواضع بھی کرے گا برے آدمی اور بدمذہب کی مثال فرمائی۔ ایک لوہار کی بھٹی کی طرح جب تک تو اس کے پاس بیٹھا رہے گا۔ دھواں کھاتا رہے گا۔ کبھی چناری اٹھ کر تیرے کپڑوں کو بھی جلا دے گی۔ اور فرمایا حضور ﷺ نے برے بدمذہب کی صحبت سانپ سے بھی بدتر ہے اس واسطے کہ سانپ کاٹتا ہے تو انسان مر جاتا ہے مگر برے بدمذہب کی صحبت میں رہے گا تو تیری جان بھی جائے گی اور ایمان بھی۔

مسلمانوں کے واسطے ایمان بہت بڑی دولت ہے۔ جب ایمان چلا گیا تو ابدالآباد تک تکلیف میں ہی رہے گا۔ لہٰذا سنی مسلمانوں کو لازم ہے کسی بدمذہب کے ساتھ تعلق نہ رکھیں اس کی صحبت میں نہ بیٹھیں۔ اس کی باتیں نہ سنیں۔ اس کی بری باتیں انسان کے اندر جلد ہی اثر کر دیتی ہیں۔ وہ بری باتیں اس طرح بیان کر دیتے ہیں کہ عام لوگ اس کو اچھا سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ یہ ایسا ہے جیسا شہد کے اندر زہر دیتے ہیں تم خود بھی ان کی صحبت سے بچو، اپنے اہل وعیال کو بھی بچاؤ۔ اور اپنے دوست احباب کو بھی ان سے بچاؤ۔

دور شو از اختلاط یار بد
یار بدتر بود از مار بد

مار بد تنہا ہمی بر جاں زند
یار بد بر جاں و بر ایماں زند
وماعلیناالاالبلاغ

بقیہ سنت والجماعت

صحابی کا قول، صحابی کا فعل اور صحابی کی تقریر اس کو بھی حدیث کہتے ہیں۔ تابعی کا قول۔ تابعی کا فعل اور تابعی کی تقریر اس کو بھی حدیث کہتے ہیں۔

مذکورۂ بالا کے اعتبار سے حنفی پورے اہل حدیث ہیں، کیوں کہ حضرت امام اعظم تابعین میں سے ہیں۔ ہم حنفی رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل اور تقریر اور صحابہ کے قول وفعل اور تابعین کے قول وفعل اور تقریر پر عمل کرتے ہیں۔ مگر الاقدم فالاقدم یعنی پہلے حضور ﷺ کا قول وفعل اور تقریر۔ اس کے بعد صحابہ کا قول وفعل اور تقریر اس کے بعد تابعی کا قول وفعل اور تقریر۔ ☆☆☆

اعلان

انشاءاللہ بہت جلد الرشاد کے تمام شماروں پر مشتمل سافٹوئیر ''الرشاد لائبریری سوفٹ وئیر'' کا اجرا کیا جائے گا۔
جس میں تلاش، کاپی اور پیسٹ کی سہولت بھی ہوگی۔ اعلیٰ حضرت شاہ کشمیری کی سوانح حیات بھی شامل کئے جائیں۔ ہمارا ویب سائٹ وزٹ کرتے رہیں اور ہمیں اپنے مشوروں سے نوازتے رہیں

بقیہ اسلام بانئ جمہوریت

جو حضرت ابا بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کوئی قریبی رشتہ داری بھی نہیں رکھتے تھے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خلفیۂ دوم کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ حالانکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نہایت لائق وفائق بیٹے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ حضرت عثمان غنی کے بعد حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ منتخب ہوئے۔ حالانکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور قریبی رشتہ دار موجود تھے۔ خلافت راشدہ نے صاف طور پہ بتا دیا ہے کہ سلطنت اور حکومت کسی خاص خاندان اور کسی مخصوص قبیلہ کا حق نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام ہی نے سب سے پہلے وراثتی شخصی سلطنت کی لعنت کو دنیا سے مٹایا اور بتایا کہ حکومت وسلطنت ایک امانت ہے۔ جو تمام لوگوں کی طرف سے کسی شخص کو سپرد کی جاتی ہے جب وہ شخص فوت ہو یا معزول کیا جائے تو اس کی جگہ پھر تمام سمجھدار لوگ کسی دوسرے شخص کو منتخب کریں۔ اس طرح دنیا میں نہ کوئی شاہی خاندان موجود ہوسکتا ہے۔ نہ کوئی فرمانروا اپنے بیٹے کو اپنا جانشین بنانے کا خیال دل میں لاسکتا ہے ساتھ ہی اس بات کو بھی لازمی قرار دیا کہ ایک مجلس شوریٰ ہمیشہ امور سلطنت میں خلیفہ کو امداد پہنچاتی رہے۔ خلفائے راشدین کو جب کوئی اہم معاملہ پیش آتا تو وہ منادی کو حکم دیتے۔ جن منادی اعلان کر دیتا تو تمام لوگ مسجد نبوی ﷺ میں جمع ہوجاتے۔ خلیفہ ممبر پر چڑھ کر حمد ونعت کے بعد حاضرین کے سامنے وہ مسئلہ پیش کر دیتا۔ سمجھدار لوگ باری باری سے اس مسئلہ کے متعلق تقریریں کرتے اور آخر میں کثرت رائے سے فیصلہ ہوجاتا۔

بہرحال اسلام نے سب سے پہلے باقاعدہ اور موثر طریقہ سے شخصی وراثت سلطنت کے سلسلے کو مٹانے کی کوشش کی۔ مسلمانوں ہی کی تعلیم کا اثر تھا کہ ہسپانیہ کے ہمسایہ ملک فرانس میں جمہوری سلطنت کی بنیاد رکھی گئی۔ اس کے بعد امریکہ میں بھی جمہوریت قائم ہوئی۔ اور آج دنیا کے بہت سے ملکوں میں جمہوری سلطنتیں قائم ہوچکی ہیں۔ فرانس وامریکہ کی جمہوریت درحقیقت اسلامی تعلیمات سے متاثر ہونے کا نتیجہ ہے۔

(آئینہ حقیقت نما، جلداول، صفحہ 28 تا31 مصنفہ اکبر شاہ نجیب آبادی)

تاریخ کا ایک ورق

اسلام بانئ جمھوریت

اسلام تجویز کرتا ہے کہ تمام انسان یکساں حقوق رکھتے ہیں پیدائشی طور پہ کسی انسان کو دوسرے انسان پر محض خاندان یا قوم کی وجہ سے فضیلت یا برتری حاصل نہیں ہے۔ ہاں اپنے اعمال سے ہر شخص اپنے مرتبہ کو بڑھا یا گھٹا سکتا ہے۔

تمام سمجھ دار لوگ اپنے اندر سے کسی ایک شخص کو منتخب کر کے اپنا امیر اور قانون نافذ کرنے والا بنالیں۔ اس امیر کو منتخب ہونے کے بعد شاہانہ اختیارات حاصل ہوجاتے ہیں۔

وہ قانون شریعت کے قائم کردہ اصولوں اور حکموں کے ماتحت ملک وقوم میں امن وانتظام قائم رکھنے کا ذمہ دار ہوتا ہے اور ہر اک شخص اس کو کوئی خلاف قانون کام کرتے دیکھ کر روک ٹوک کرسکتا ہے اور ہر معاملہ میں اس سے جواب طلب کرنے کا آزادانہ حق رکھتا ہے امیر کو خلیفہ کہتے ہیں۔

جب حضرت ابا بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین کے منصب جلیلہ پر فائز کئے گئے تو حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا"مسلمانو! میں تمہارا حاکم بنایا گیا ہوں" ۔اگر چہ میں تم سے کسی سے بھی بہتر نہیں ہوں۔تم میں جو کمزور ہو جب تک اس کی دادرسی نہ ہوجائے۔ میرے نزدیک وہ سب سے زیادہ قوی ہوگا اور تم میں اس کا قوی شخص میرے نزدیک کمزور ہے۔ جب تک اس سے دوسروں کا حق نہ لیا جائے۔

اے لوگو! میں متبع ہوں، کسی نئے راستے کا موجد نہیں ہوں اگر میں سچائی کو اپنا راستہ بناؤں، تو تم سب میری مدد کرو۔ اور اگر میں کج روی اختیار کروں تو مجھے سیدھے راستہ پر لگاد، خلیفہ کو بیت المال کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ بیت المال رعایا کا خزانہ ہے، خلیفہ اپنی ذات یا اپنی ذاتی خواہشات کے لئے بیت المال سے کچھ بھی خرچ کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ اس کی حیثیت ایک امین یا مہتمم کی ہے، وہ رفاہ رعایا اور فوج و پولیس وغیرہ کے مصارف میں بیت المال کا روپیہ خرچ کرتا ہے، اگر ملک میں بغاوت ہو تو اس کے دفع اور بدامنی کو امن وامان سے تبدیل کرانے کی تدابیر عمل لاتا ہے۔ مظلوموں کے حقوق ظالموں سے دلاتا، اور چوروں ڈاکوؤں اور رہزنوں کو سزائیں دیتا اور رعایا کی جان ومال آبرو کی حفاظت ونگرانی کرتا ہے۔ جھگڑوں میں عدل وانصاف کو مدنظر رکھتا اور مسلم وغیر مسلم کا مطلق لحاظ نہیں رکھتا ہے۔ تمام بے حیائی کے کاموں کو روکتا ہے خلیفہ مسلمانوں کو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ عبادات پر قائم رکھتا۔ اور ان چیزوں کے ادا کرنے کا اہتمام کرتا ہے غیر مسلم رعایا کے عبادت خانوں کی حفاظت کا بھی خلیفہ اسی طرح ذمہ دار ہے۔ جس طرح غیر مسلموں کی جان ومال کی حفاظت اس کا فرض ہے، راستوں کی حفاظت اور تجارت وصنعت وزراعت کی ترقی کی تدابیر عمل میں لانا بھی خلیفہ کے فرائض میں داخل ہے۔ خوردو پیداوار یعنی جنگلوں، پہاڑوں اور دریاؤں سے حاصل ہونے والی چیزیں تمام لوگوں کی مشترکہ ملکیت ہیں۔ ان پر کوئی ٹیکس حکومت کی طرف سے عائد نہیں کیا جاسکتا۔

اسلامی نظام سلطنت کا کامل نمونہ خلفائے راشدین کی حکومت وسلطنت ہے۔ خلیفہ اگر راہ سے بے راہ ہوجائے۔ تو اس کو مسلمانوں کی جماعت فوراً معزول کرسکتی اور دوسرے موزوں شخص کو خلیفہ بنانے کا حق رکھتی ہے۔ لیکن بلا وجہ خلیفہ کے حکم سے سرتابی اور اس کی نافرمانی جرم عظیم اور بغاوت ٹھہرائی گئی ہے۔

خلیفہ کے انتخاب میں کسی وراثت، کسی خاندانی یا قومی حقدار کو رتی برابر بھی دخل نہیں ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابا بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قابلیت کی بنا پر مسلمانوں کے خلیفہ منتخب ہوئے۔ ان کے بعد باوجود ان کے جوان، بہادر، عقلمند اور لائق بیٹے موجود تھے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے۔

(بقیہ صفحہ 5 پر)

ازاعلیٰ حضرت مولانا مولوی سید مقبول احمد شاہ قادری کشمیری (ہانگل شریف)
سوالات اس زمانے کے اہل حدیث کی طرف سے جوابات سنی حنفیوں کی طرف سے

تمہید جواب

ائمہ اربعہ کے نزدیک چار اصول ہیں۔ جو مسئلہ صریح نص سے ثابت ہو اس میں نہ اجتہاد کی ضرورت ہے نہ فتویٰ کی حاجت۔ اس کو آپ اچھی طرح ذہن میں رکھیں۔ جو حکم نص صریح سے ثابت ہیں اس میں یہ نہ دریافت کریں کہ اس میں ائمہ اربعہ کا کیا فتویٰ ہے

سوال: کوئی اہل حدیث مسلم مسجد میں داخل ہو جائے مسجد ناپاک ہونے اور اس کے دھلوانے پر چار اماموں میں کسی ایک امام کا قول پیش کریں۔

الجواب: کئی صدیاں گزر گئے جن کو یہ لقب اہل حدیث و اہل قرآن تھے اس دنیا سے اٹھ گئے۔ اس وقت ان بدعتیوں نے عام بے علموں کو دھوکہ دینے کے لئے کسی نے اپنے آپ کو اہل قرآن نام رکھا کسی نے اہل حدیث۔ اس وقت یہ سب نئے فرقے بدعتی ہیں۔ چنانچہ امام طحاوی نے حاشیہ درالمختار میں لکھا ہے۔ وھذہ الفرقت الناجیت قداجتمعت الیوم فی المذاھب الاربعة وھم حنفیون والملکیون والشافیعون والحنبلیون ومن کان خارجاً من ھذہ الاربعة فی ھذہ الزمان فھو اھل البدعت والنار۔

(یہ جنت میں جانے والی جماعت آج کے دن مجتمع ہو چکی۔ ان چار مذہبوں میں وہ حنفی ہیں مالکی ہیں شافعی ہیں اور حنبلی ہیں۔ جو خارج ہوگا ان چار مذہبوں سے اس زمانے میں۔ وہ جہنمی اور بدعتی ہے)

حضرت نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے بدعتی دوزخیوں کے کتے ہیں۔ کتے کو مسجد سے نکالنا ہر مسلمان کا کام ہے۔ گر اس کے پیروں میں تری ہو یا اس کا لعاب وہاں گر جائے۔ اس کو نکالنا اور مسجد کو دھونا ضروری ہے۔ یہ بدعتی اس کتے سے بدر جہا بدتر ہیں۔ کیونکہ کتا جہنم میں نہیں جائے گا۔ یہ بدعتی دوزخیوں کے ساتھ دوزخ میں کتے بن کر رہیں گے۔ ان کی نجاست ان کتوں سے بدر جہا بڑھ کر ہے۔

سگ بدر یائے ہفت گانہ بشوے   چونکہ تر شد پلید تر باشد

ان چاروں مذہبوں پر اجماع امت ہو چکی ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ میری امت جمع نہ ہوگی کسی گمراہی کی بات پر جس چیز پر امت جمع ہو جائے وہ ہدایت و رشد ہے۔ اس کے خلاف ضلالت و گمراہی ہے انہیں چار مذہبوں کے اوپر چلنے والوں کو اللہ نے سبیل المؤمنین نام رکھا ہے۔ جو کوئی چار مذہب سبیل المؤمنین سے روگردانی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں داخل کرے گا۔

آپ قرآن و حدیث سے ثابت کریں کہ بدعتی دوزخ کے کتے مسجد کے اندر آنے کی اجازت ہے۔

سوال: نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد سے ایک سو سال تک زمانہ خیر القرون میں جو صحابہ و تابعین و تبع تابعین گزرے ہیں۔ وہ کس امام کے مقلد تھے۔ یا لا مذہب تھے اگر مقلد تھے تو کس امام کے؟ اگر غیر مقلد تھے تو آپ ان کو مسلمان مانتے ہیں یا نہیں؟؟؟

جواب: وہ لوگ جو درجۂ اجتہاد کو نہ پہنچے تھے مقلد تھے۔ کیوں کہ اللہ پاک اور اس کے رسول ﷺ نے تقلید مجتہدین کرنے کا حکم دیا ہے اور تقلید نبی کریم ﷺ کے حیات میں جاری تھی، چنانچہ آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا معلم اور امیر بنا کر بھیجا۔ جو مسئلہ یمن والوں کو دریافت کرتے تھے۔ اور اس پر عمل کرتے تھے۔ اہل یمن اس مسئلہ کی دلیل دریافت کرتے تھے نہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ان کو دلیل بیان کرتے تھے۔ یہی تقلید شخصی بھی ہے اسی کو تم کفر و شرک بھی کہتے ہیں۔ العیاذ باللہ حضور نبی کریم ﷺ کو بھی کافر و مشرک کہتے ہو۔؟؟؟؟

کیوں کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کے لوگوں کے تقلید کے لئے بھیجا ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ مقلَد (بفتح لام) یمن کے لوگ مقلِد (بکسر لام) ہوئے جو کوئی کسی کفر پر راضی رہے۔ وہ بھی کافر ہوتا ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا مذہب مدون نہیں ہوا تھا

اس لئے ان کے طرف لوگوں کو نسبت نہیں تقلید شخصی کے لئے مذہب کا مدون ہونا ضروری ہے سو سال سے پہلے کسی مذہب کی تدوین نہیں ہوئی تھی۔اس لئے لوگ کسی خاص مجتہد کی طرف منسوب نہیں تھے۔مگر مقلد ضرور تھے۔آپ کو معلوم ہی نہیں کہ خیر القرون کس کو کہتے ہیں آپ نے خیر القرون کو سو سال کے اندر ہی کو منحصر کر دیا۔آپ کو چاروں اماموں کی پیدائش،تاریخ بھی معلوم نہیں۔ورنہ آپ سو سال سے پہلے لوگ کس امام کے مقلد تھے ہر گز دریافت نہ کرتے۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ تابعین میں سے ہیں۔تبع تابعین کے زمانہ میں چاروں مذہب مدون ہو چکے تھے۔مسلمان ان چاروں مذہبوں میں منقسم ہو چکے تھے جو باقی تھے۔وہ بھی کسی امام کے طرف منسوب تھے چند روز کے بعد باقی سب انہیں چار مذہبوں میں منضم ہو گئے۔اس پر بارہ سو سے زائد برس گزر گئے۔پھر نجد سے شیطان کا سینگ نکلا۔اصلاح ہو چکنے کے بعد اس نے مسلمانوں میں فساد قائم کیا۔مسلمانوں پر جہاد کا حکم جاری کیا۔مسلمانوں کے جان و مال کو لوٹنا قتل کرنا مباح سمجھا چار مذہب والوں کو مشرک کہا۔اسی قرن شیطان کے مقلد و پیرو اس زمانے کے اہل حدیث ہیں۔

تمہارے سوالات کے جوابات صدہا وقت علما دے چکے ہیں مگر تمہاری عادت ہے وہی سوالات بار بار دہراتے ہو۔تمام علما،تمام فقہا ،تمام محدثین،تمام پیشوائے طریقت وحقیقت ومعرفت انہیں چار مذہبوں کے متبع اور مقلد تھے۔تم عوام کو دھوکے دے کر ان پیشوائے دین سے بدظن کراتے ہو۔تم اپنی عاقبت بگاڑتے ہو۔یہ مذاہب اربعہ ہمیشہ تا قیام قیامت اللہ پاک کے فضل و کرم سے قائم ودائم رہیں گے۔

ہمہ شیرانِ جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند
و آں سگ کیست کہ بگلد ایں سلسلہ را
مہ نور می فشاند سگ عوعو می کند

آپ قرآن وحدیث سے ثابت کریں کہ صحابہ تابعین وتبع تابعین کے زمانے میں فلاں آدمی غیر مقلد تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل حدیث کہلاتے تھے یا صحابہ کرام۔کیا اس وقت اہل حدیث کہلانے والے بدعتی ہیں یا نہیں۔اگر ہے تو تصدیق کرو۔اور امید ہے کہ آپ بھی ان کو بدعتی ہی کہیں گے۔آپ کا یہ قانون ہے۔جو کام حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ کیا نہ حکم دیا۔وہ بدعت شنیع ہے۔اس آپ کے قاعدے کی رو سے اس وقت کے تمام اہل حدیث کہلانے والے بدعتی ہیں۔

سوال: امام اعظم رضی اللہ عنہ کی کوئی تصنیف بتلادیں کہ جس میں انہوں نے خود اپنے قلم سے اپنے مذہب کا نام حنفی تجویز کیا ہو۔اور اپنی تقلید کا حکم دیا ہو

جواب: العیاذ باللہ! امام اعظم رضی اللہ عنہ نہ خدا تھے نہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،جس نے ان کو خدا یا رسول سمجھا تو اسلام سے خارج ہے۔کیونکہ اپنی پیروی،اتباع کرانے کا حکم دینا یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی اور برگزیدہ مجتہد ہیں۔انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو سمجھا اور دوسروں کو سمجھایا۔

پہلے آپ بتلادیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے جو قرآن لکھا ہے وہ کونسا ہے؟؟ یا وہ حدیث بتلاؤ جو حضرت ابوبکر صدیق یا حضرت عمر فاروق،یا حضرت عثمان غنی،یا حضرت علی رضی اللہ عنہم نے لکھا ہو۔اگر اس کو ثابت نہ کریں اور ہر گز نہ کر سکیں گے۔کیا پھر آپ کو قرآن مجید پر ایمان ہے یا نہیں؟ اور حدیث کی کتابوں پر خاص کر بخاری شریف اور باقی پانچ پر ایمان ہے یا نہیں۔آپ لوگوں نے جمعہ کی دوسری اذاں کو یہ سمجھ کر کہ یہ بدعت عثمانی رضی اللہ عنہ ہے اس کو چھوڑ دیا۔یہ قرآن مجید موجود شکل پر ہے یہ بھی تو مصحف عثمانی ہے اس کو کیوں قبول کیا؟ آپ کو لازم ہے کہ وہ اس صورت وشکل پر قرآن مجید پیش کرے جس صورت وشکل پر قرآن مجید پیش کرے۔جس صورت وشکل پر عہدِ رسالت میں موجود تھا اور امام بخاری رضی اللہ عنہ کی بدعت کیوں قبول کیا؟؟؟؟

امام اعظم رضی اللہ عنہ کوئی منشی نہ تھے وہ مجتہد تھے۔وہ قرآن و حدیث سے مسائل شرعی استنباط کرتے تھے۔آپ کے شاگرد نقل کرتے تھے۔چنانچہ محرر مذہب حضرت امام محمد رضی اللہ عنہ ہیں۔جنہوں نے ظاہر الروایت یعنی چھ کتابوں کو کہتے ہیں۔حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے بلا واسطہ لکھے ہیں۔یہ مسائیٔ جو حنفی مذہب میں معمول بہا ہیں۔وہ سب امام اعظم رضی اللہ عنہ سے بطور تواتر ہمارے تک پہنچے ہیں۔جن کے واسطے سینکڑوں کتابیں موجود ہیں۔گرچہ تواتر کے لئے کتابوں کی ضرورت نہیں۔آپ قرآن وحدیث سے ثابت کیجئے جس پیشوائے دین نے کوئی کتاب نہیں لکھی۔اس کے مسائل شرعی اور اس کے فتوے قابلِ عمل نہیں؟

عورت، ناگ، قبر

ماخوذاز : ماہنامہ رہنمائے تعلیم دہلی۔ (اپریل 1953)

مری کے قریب گاؤں سے حیرت خیز اطلاع موصول ہوئی ہے کہ جب ایک نوجوان شادی شدہ عورت کی میت سپردخاک کی گئی تو اس کی قبر میں ایک سیاہ لمبا ناگ آ گیا۔ عینی گواہوں کا بیان ہے کہ تقریباً نصف درجن گورکن جب قبر کھود چکے ور جنازہ کا انتظار کر رہے تھے تو سیاہ اور کافی لمبا ناگ قبر میں داخل ہو گیا۔ یہ ناگ قبر میں کس طرح سے داخل ہوا گورکنوں کو اس بات کا کوئی علم نہیں۔ جب انہوں نے سانپ کو دیکھا تو انہوں نے میت کو سپردخاک کام ملتوی کر دیا۔ اس اثنا میں انہوں نے ایک مولوی صاحب کو بلوا بھیجا۔ مولوی صاحب نے اس سانپ کی موجودگی کی یہ توجیہہ پیش کی کہ اس قبر کے نیچے کوئی بزرگ مدفون ہیں۔ مولوی صاحب کی ہدایت پر انہوں نے پھر اس قبر سے چالیس فٹ کے فاصلہ پر ایک نئی قبر کھودی۔ پیشتر اس کے کہ نئی قبر میں میت کو اتارا جاتا، یہ دیکھ کر حیرت کی کوئی حد نہیں رہی کہ قبر کی تہہ میں سانپ موجود ہے۔ وہ سانپ کس طرح بیسوں آدمیوں کی موجودگی میں وہاں پہنچ گیا۔ خود مولوی صاحب بھی اس کی توجہیہ پیش نہ کر سکے۔ طویل مشورہ کے بعد انہوں نے سانپ کو ہلاک کرنے کا فیصلہ ترک کر کے میت کو قبر میں اتار دیا۔ جب میت قبر میں اتاری جا رہی تھی تو سانپ ایک طرف ہو گیا تا کہ مناسب صورت سے سپردخاک کیا جا سکے۔ جب میت کو قبر میں لٹایا گیا تو جنازہ میں شریک ہونے والے یہ دیکھ کر سکتے میں آ گئے کہ سانپ نے کفن پھاڑ ڈالا اور عورت کی پوری زبان باہر کھینچ لیا۔ اس عجیب منظر کے بعد ان کے لئے قبر میں مٹی ڈالنا ممکن نہ تھا۔ عورت کے خاوند نے اعتراف کیا کہ مرنے سے چند لمحے پہلے میری بیوی نے مجھ سے معاف کرنے کے لئے کہا تھا لیکن میں نے اس کی درخواست قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس نے بتایا کہ وہ اپنے سوتیلے بچوں اور مجھ سے نہایت سنگدلانہ سلوک کرتی تھی۔ اس پر خاوند کو اس بات پر رضامند کیا گیا کہ وہ بہ آوازۂ بلند اپنی متوفی بیوی کو معاف کر دینے کا اعلان کرے۔ جب اس نے اپنی بیوی کو معاف کرنے کا اعلان کیا تو عورت کی زبان اپنی اصلی جگہ پر چلی گئی اور سانپ غائب ہو گیا۔

بقیہ تجارت بہترین پیشہ ہے

چوتھی چیز تاجر کو عاقبت اندیشی سے کام لینا ہوگا۔ اگر اس سے کام نہ لیا تو نفع نہ ہوگا۔ مسلمان جو بڑے بڑے علاقے، بڑے بڑے خزانے جو برباد کر دئے۔ اسی غفلت کی وجہ تھی کہ کبھی سوچا نہیں کہ آگے چل کر کیا ہوگا۔ قرضوں پر قرضے لیتے گئے۔ یہاں تک کہ سب کچھ کھو بیٹھے، تاجر صرف بھروسہ پر کام کرتا ہے۔ دیکھئے کچھ مال خریدتا ہے پھر رقم ادا کرتا ہے مال اسی کے پاس چھوڑ آتا ہے جیسا اس تاجر نے کسی دوسرے تاجر پر بھروسہ کر کے اپنا مال اسی کی منڈی میں چھوڑ آیا اس پر بھروسہ پر کہ وہ ضرور اس کے دکان پہونچا دے گا۔ ویسا ہی تاجر اللہ پر بھروسہ کرتا ہے کہ ضرور اللہ اس کو اس کی تجارت میں فائدہ دے گا۔ اور یقیناً فائدہ ہوجاتا ہے۔ یہ تمام باتیں تاجر میں ہمت اور صبر پیدا کرتی ہیں اور یہ کتنی اچھی باتیں ہیں۔ تاجر زبان کا پکا اور وعدہ کی پابندی کرنے والا ہوتا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تجارت خود بہترین اخلاق کا معلم ہے۔

بقیہ درجۂ والدین

وہ عظمت وشان رکھنے والے امام الدین حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ جن کی گردن خلیفہ منصور کے سامنے جھک نہ سکی۔ جلاد ابن ہبیرہ گورنر عراق کے سامنے جھک نہ سکی، وہ گردن اپنی لاچار بوڑھی ماں کے سامنے ایک دم جھک گئی۔ اسی کا نام اطاعت ہے اسی کا نام فرمانبرداری ہے۔ یوں تو انسان کی ساخت میں شیر کا جز موجود ہے۔ اور چوں کہ شر ہمارے اندر نسبتاً زیادا موجود ہے اسلئے ہم لوگ وحدہٗ لاشریک کے نافرمان ہیں۔ رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نافرمان اور مہربانی والدین کی بھی نافرمانی کرتے ہیں۔

یا اللہ! ہم لوگوں پہ رحم کھا، ہم کو تیرے فرمسانبردار بندے بنا، تیرے رسول آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانبردار امتی بنا، اور ہمارے مہربان والدین کی فرمانبردار اولاد بنا، آمین

انکساری

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت کا ایک سچا اور سبق آموز واقعہ

جھکائے سر کو چلے جاتے تھے جناب عمر — کھڑا تھا ایک یہودی دکاں پہ کچھ لے کر
پکارا آپ کو مزدور جان کر اس نے — خلیفہ آپ ہیں مطلق نہ تھی اسے یہ خبر
کہا یہ بوجھ مکاں تک جو میرے پہنچا دو — کروں گا خوش تمہیں اس کا معاوضہ دے کر
قبول کرلیا اس کو حضور والا نے — اٹھا کے رکھ لیا پھر بوجھ فرق اقدس پر
چلے جو آپ وہاں سے تو راہ رو سارے — سلام کرتے تھے پاس ادب سے جھک جھک کر
سماں یہ دیکھ کے حیراں ہوا وہ مرد یہود — لگا یہ پوچھنے ہر ایک سے ہو کے وہ ششدر
کرو حقیقتِ احوال سے مجھے آگاہ — یہ راز مخفی تو میری سمجھ سے ہے باہر
کہا یہ ایک مسلماں نے اس یہودی سے — کہ پڑ گئے تو نہیں تیری عقل پر پتھر
تو جانتا نہیں یہ ہیں خلیفۂ ثانی — لقب جہاں میں ہے فاروق نام جن کا عمر
سنی جو بات یہودی نے یہ تو جلدی سے — قدم پہ حضرت والا کے رکھ دیا وہیں سر
لگا یہ کہنے کہ تقصیر ہو معاف میری — سنا ہے عفو کرم میں نے آپ کا اکثر
اگر چہ قابل تعزیر ہے یہ گستاخی — امید آپ کے الطاف و خلق سے ہے مگر
گلے لگایا فاروق نے وہیں اس کو — نہ اس کی بے ادبی کا رہا خیال و اثر
ادیبؔ دیکھ کے یہ حال ''انکساری'' کا — پڑھا یہودی نے کلمہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

(ادیب مالیگانوی)

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی عمیر کو بدر کی لڑائی کے وقت دیکھا کہ لشکر کی روانگی کی تیاری ہو رہی تھی اور وہ ادھر ادھر چلتے پھر رہے تھے کہ کوئی نہ دیکھیں۔ مجھے یہ بات دیکھ کر تعجب ہوا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا ہوا چھپتے کیوں پھر رہے ہو کہنے لگے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے دیکھ نہ لیں اور بچہ سمجھ کر جانے کی ممانعت کریں کہ پھر نہ جا سکوں گا۔ اور مجھے تمنا ہے کہ لڑائی میں ضرور شریک ہوں۔ کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی کسی طرح شہادت نصیب فرمائے۔ آخر جب لشکر پیش ہوا تو جو خطرہ تھا وہ پیش آیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکے کم عمر ہونے کی وجہ سے انکار فرمایا۔ مگر شوق کا غلبہ تھا تحمل نہ کر سکے اور رونے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شوق کا اور رونے کا حال معلوم ہوا تو اجازت عطا فرمائی۔ لڑائی میں شریک ہوئے اور دوسری تمنا بھی پوری ہوئی کہ اسی لڑائی میں شہید ہوئے۔ سعید ابن وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عمیر کے چھوٹے ہونے اور تلوار کے بڑے ہونے کی وجہ سے میں اسکے تسموں میں گرہیں لگاتا تھا کہ اونچی ہو جائے (اصابہ)

اسلام کی خوبیوں سے جو ناواقف ہو وہ بدبخت ہے۔ نیک اخلاق کوئی مذہب اسلام سے بہتر پیدا نہیں کر سکتا اور جب تک نیک اخلاق پیدا نہیں ہوتے ایسا انسان خوش حال زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ دیگر مدبران عالم کا قول ہے۔ ''جرمنی کہاوت: اگر دولت گم ہوگئی تو کچھ بھی نقصان نہیں ہوا۔ اگر صحت گر گئی تو کچھ نقصان ہوا۔ اور اگر اخلاق بگڑ گئے تو سب کچھ برباد ہوا''۔ ''دوسرا قول: چال چلن ایک آئینہ ہے جس میں فاعل کی تصویر نظر آتی ہے''۔

تجارت بہترین پیشہ ہے

(تالیف: محمد اسماعیل تاجر، ہانگل)

حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے ''تجارت کرو کہ اس میں رزق کے دس حصوں میں سے نو حصے رکھے گئے ہیں''

''مولوی''، دہلی 1360ھ میں لکھا ہے کہ ''عہد اموی، عباسی میں پوری دنیا کی تجارت کے مالک عرب ہی تھے''۔ یعنی مسلمان، جاپان اور جاوا سے لے کر ناروے اور سویڈن تک ان کے مال لدے ہوئے جہاز پہنچتے تھے۔ دنیا کے ہر حصہ میں ان کی تجارتی کوٹھیاں قائم تھیں۔ مسلمان اور تجارت دو مترادف الفاظ بن گئے تھے۔ ایک دفعہ بغداد میں کسی شخص کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ ایک صاحب نے دوران گفتگو میں اس کا نام سن کر حیرت سے کہا ''وہ مسلمان ہے اور تجارت نہیں کرتا؟'' حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی تو یہ حالت تھی کہ آپ عربوں کو زراعت سے بالعموم روکتے تھے اور حکم جاری کر دیا تھا کہ جو عرب، عجم، مصر شام وغیرہ میں جا بسے ہیں وہ زراعت نہ کریں اور یہ کام وہیں کے لوگ کے لئے چھوڑ دیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارادہ یہ تھا کہ مسلمان ارشاد نبوی ﷺ پہ چل کر کثیر رزق حلال پیدا کریں تا کہ دنیوی و دینی ترقی حاصل ہو جائے۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ پہلے پہل کچھ گھی اور پنیر لے کر پھیری کی تجارت شروع کی تھی آگے چل کر آپ کو اس قدر ترقی ہوئی کہ مرتے وقت لاکھوں روپیہ کی جائیداد چھوڑ مرے۔ حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ جواہرات کے تاجر تھے۔ آپ لوگ جانتے ہی ہیں کہ حضرت امام اعظم کس درجہ کے تاجر تھے۔

یہاں پر ان بزرگانِ دین کے قصے بیان کرنے کی غرض صرف یہ تھی کہ جس خدا نے ان کو بنی نوع انسان کی اصلاح کے لئے بھیجا تھا وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ جس کی اصلاح کرے اس کا معاوضہ اسے کے سامنے ہاتھ پھیلا کر لے لیں۔ بلکہ وہ وحدہٗ لاشریک تعلیم دیتا ہے کہ ہر ایک انسان کو اپنی روزی کمانے کی طاقت عطا کی گئی ہے اپنے پیٹ کے واسطے وہ کسی دوسرے انسان کو تکلیف نہ دے۔ مگر افسوس اللہ اور رسول ﷺ کی تاکید کے باوجود مسلمانوں ہی میں ایسے لوگ نکلے۔ جنہوں نے اسلام کو بٹا لگایا۔ اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان کسی کے سامنے ہاتھ پھیلا کر ذلیل وخوار نہ ہو۔ جس قدر اللہ اور رسول ﷺ نے بھیک مانگنے کو حرام کیا شاید ہی اس سے بھی زیادہ مسلمانوں کے ایک طبقہ نے بھیک مانگنے کو حلال کرنے کی کوشش کی۔

خود نبی کریم ﷺ اور آپ کا تمام خاندان تجارت پیشہ تھا۔ آپ پہلے تجارتی نمائندہ کا کام کرتے تھے۔ جب ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے (جوارضِ مکہ کی ملکۂ تجار تھیں) عقد ہو گیا تو پھر حضور ﷺ نے مالکانہ تجارت شروع کر دی۔ حضور ﷺ شام اور بحرین تک تجارتی سفر کرتے تھے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ ''تمہارے بیع وشریٰ حلال ہے اور سود حرام ہے'' پھر فرمایا ''دلیر تاجر کماتا ہے اور بزدل تاجر کھوتا ہے'' اور پھر ارشاد فرمایا ''امانتدار اور دیانتدار تاجر قیامت کے روز جب اٹھے گا تو اس کا چہرہ ماہِ شب چہاردہم کی طرح چمکتا ہوگا'' خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی فرمایا کرتے تھے ''مجھے اس جگہ سے زیادہ کوئی محبوب جگہ نہیں جہاں میں اپنے اہل وعیال کے لئے بیع وشریٰ میں مصروف رہوں اور وہیں موت آجائے'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ چھوٹے پیمانہ پر تجارت شروع کر کے اتنی ترقی پائی کہ ایران تک اس کی شاخیں قائم ہو گئیں۔

یہودیوں کو دیکھئے کہ ایک زمانہ میں ان کی سلطنت دنیا کے بڑے حصہ میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے بعد تین ہزار برس کا زمانہ ہو چکا ہے۔ ان کے ہاتھوں سے سلطنت نکل گئی تھی۔ اور ان پر بڑے بڑے حملے ہوئے۔ بڑی بڑی تباہیاں آئیں۔ نہ کہیں گھر رہا نہ وطن۔ جس ملک میں رہے۔ لٹتے رہے، نکالے گئے، قتل ہوئے، جرمنی اور آسٹریا میں بُری طرح خارج کئے گئے۔ مگر چونکہ ان کے ہاتھ میں تجارت رہی۔ کاروباری قوم تھی۔ اس لئے کسی زمانہ میں بھی ان کو محتاجی کا سامنا نہ ہوا۔ ہمیشہ اور ہر زمانہ میں خوشحال رہے۔ بلکہ دولتمند سمجھے جاتے

رہےاورآج بھی وہ دنیا کی متمول قوم کئے جاتے ہیں اور سب سے بڑا کام جوانہوں نے کیا وہ یہ کہ نئے سے سلطنت حاصل کیا۔ یہ سب کچھ جو ملا تجارت ہی کی بدولت ہے۔

انگریزوں کے حالات کا مطالعہ کیجئے تجارت کرتے ہندوستان آئے۔اوراس کے فرمانروا بن گئے۔صدیاں حکومت کرتے رہے۔یہاں تک کہ پاؤں ہاتھ پڑکردے دلا کر واپس بھیجے گئے۔دنیا کے ہرچھوٹے بڑے کاروباران کے ہاتھوں میں ہیں۔دنیا والوں کی حالت آج بھی ایسی ہے کہ وہ دیں تو کھائیں وہ نہ دیں تو بھوکے مریں۔ تجارت اپنے ہاتھ میں رکھ کر آج بھی دنیا پر حکومت کررہے ہیں۔ ہندوستان کو دیکھئے آزادی حاصل کر چکا ہے۔پھر بھی وہ مؤدبانہ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظر فریاد ہے کہ پٹرول دیجئے ورنہ موٹر بند پڑیں گے۔مٹی کا تیل دیجئے ورنہ گھر میں اندھیرا پڑ جائے گا۔لیپٹن چائے دیجئے ورنہ طلبِ چائے حیران و پریشان کردے گی۔کپڑا دیجئے ورنہ لنگوٹی پہ رہنا پڑے گا۔بسکٹ دیجئے ورنہ بچے شوروغل مچائیں گے۔ضروریات زندگی کے لئے جتنے چیزیں اللہ نے پیدا کیا ہے۔ان تمام پر انگریزوں کا قبضہ یا کنٹرول ہو چکا ہے۔ہندوستان جیسے زبردست ملک انگریزوں کی مدد کے زندگی کاٹ نہیں سکتے۔تو خیال کیجئے کہ انگریزوں کی تجارت کا کیا حال ہوگا؟

ہندوؤں کی باقاعدہ سلطنت برسوں بنی ہے مگر اپنی تجارتی سرگرمیوں کی وجہ سے وہ مسلمانوں کے عہد میں بھی دولتمندرہے۔اس کے بعد انگریزوں کے زمانے میں بھی دولتمند ہی رہے۔اور آج بھی وہ دولتمند رہنے کا حق رکھتے ہیں کیوں کہ باقاعدہ تجارت کررہے ہیں۔آپ پارسی قوم کو دیکھئے حاکم تو نہیں ہیں تعداد بھی تھوڑی ہے۔لیکن تجارت کے ہاتھ میں ہونے کی وجہ سے امیرانہ زندگی بسر کررہے ہیں۔اور ہر قسم کے عیش انہیں حاصل ہیں۔

پیغمبر اسلام کا اعلان ''تجارت میں رزق کے دس حصوں میں سے نو حصے رکھے گئے ہیں'' بالکل صحیح ہے حضور ﷺ اس چیز کو سمجھتے تھے۔خدائے قدوس نے انہیں سب کچھ بتادیا ہے۔اس لئے انہوں نے مسلمانوں کے لئے بہترین پیشہ تجارت ہی قرار دیا اوراسی کی ترغیب دی۔

تجارت میں سب سے بڑا اشرف یہ ہے کہ اس میں نسبتاً بہت کم محنت ہوتی ہے اور مزدوری بھی زیادہ ملتی ہے۔ساتھ ہی ساتھ عقل بھی بڑھتی ہے کیونکہ ہر قوم اور ہر طرح کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے اس لئے تمام انسانی خصائل واطوار کی تربیت ہوتی رہتی ہے۔تمام نیک عادتیں جمع ہوتی چلی جاتی ہیں۔ایک تاجر کو اپنی تجارت کے کامیاب بنانے کے لئے خوش اخلاقی کی سب سے زیادہ ضرورت ہے اگر تاجر خوش اخلاق نہیں تو اس کی تجارت ہرگز خاطرخواہ ترقی نہیں کرے گی۔بدعقلی تو کاروبار کی تباہی کا باعث بن جائے گی۔اس لئے تاجر خوش اخلاقی اختیار کرنے پر مجبور ہے۔اس زمانے میں مسلمانوں کی تجارتی ناکامی کی ایک بہت بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ حسن اخلاق سے کام نہیں لیتے۔تجارتی کامیابی کے لئے تاجر جتنا شیریں زبان اور خوش اخلاق بنتا ہے۔لوگ اتنے ہی زیادہ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

دوسری چیز دیانت ہے۔بددیانت تاجر کے پاس کوئی نہیں جاتا اس لئے تجارت کی بدولت انسان میں خوش اخلاقی اور دیانتداری کے جوہر پیدا ہوتے ہیں **۔تیسری چیز** کفایت شعاری ہے۔جب تک تاجر کفایت شعار اور آمدنی کا حساب کتاب برابر کرکے نفع میں خرچ نہیں کرتا تب تک تجارتی اصول کو پہنچ ہی نہیں سکتا کیونکہ فضول خرچ تاجر اپنے بھنڈول ہی کی صفائی کردے گا۔آج ہندوستان میں مسلمانوں سے زیادہ کوئی قوم فضول خرچ نہیں۔پوری قوم غریب ہے،بے علم ہے،بے روزگار ہے،آمدنیاں محدود ہیں۔پھر بھی ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا کمال سمجھتے ہیں۔فضول خرچی کی تعریف اللہ جل شانہٗ نے یوں کی ہے۔''بے جا اور بے محل خرچ نہ کرو کہ جو ایسا کرتے ہیں وہ شیطان کے بھائی ہیں'' دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے''جو لوگ اپنا روپیہ لوگوں کو دکھانے اور نمود ونمائش کے لئے خرچ کرتے ہیں شیطان ان کا ساتھی ہو جاتا ہے یہ ساتھی کتنا بُرا ساتھی ہے''فضول خرچ تاجر نہ باقاعدہ آمدنی کا حساب رکھتا ہے نہ خرچ کا۔اس لئے بہت جلد تباہ ہو جاتا ہے کفایت شعار بننے کے لئے ضرور حساب کتاب رکھنا پڑتا ہے۔جس تاجر نے باقاعدہ حساب کتاب رکھا اور کفایت شعاری سے کام لیا یقیناً وہ ایک دن متمول اور قابل قدر آدمی بن جائے گا۔

بقیہ صفحہ 9 پر

درجۂ والدین

از: محمد اسماعیل، تاجر ہانگل شریف

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے''میرے احسانات کا بھی شکر ادا کرو اور اپنے والدین بھی'' یہ ایک فرمان الٰہی والدین کے احسانات کی عظمت واہمیت کا کافی ثبوت دے رہا ہے کیونکہ اللہ جل شانہٗ نے والدین کے احسانات اور ان کا شکریہ ادا کرنے کا ذکر اپنے ساتھ کیا ہے۔ یہ بالکل سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد اگر کسی احسانات قابل تشکر ہیں تو وہ والدین ہی کے ہیں۔ کیونکہ جب تک والدین زندہ رہتے ہیں تب تک مال کے ساتھ ساتھ جان دے کر بھی اپنے اولاد کی حفاظت فرماتے ہیں۔ یہ تاریخی قصہ بہت مشہور ہے کہ ہمایوں بیمار پڑ گیا، اطبا جواب دے چکے، مایوسی حیرانی پریشانی چھا گئی۔ شاہی درباری یقین کر چکے تھے کہ ہمایوں کے بچنے کی کوئی امید نہیں۔ پھر اگر امید تھی تو صرف بابر میں تھی کہ ضرور ہمایوں اس مہلک مرض موت سے نجات پا سکتا ہے۔ امید، ہمت واستقلال کے ساتھ ایک نسخہ خود شہنشاہ بابر تجویز کرتا ہے۔ ہمایوں کے پلنگ کے اطراف تین مرتبہ چکر لگا کر بارگاہِ الٰہی میں دست بدعا ہوتا ہے کہ''الٰہی ہمایوں کی بیماری مجھے دے اور ہمایوں کو تندرست بنا دے'' ہمایوں تندرست ہوگیا اور بابر ہمایوں کی جگہ مر گیا۔ ہر سمجھدار آدمی غور کر سکتا ہے کہ کس درجہ کے احسانات والدین نے ہمارے اوپر کئے ہیں۔ جن کی موزوں تعریف اللہ اور رسول ﷺ ہی سے ہو سکتی ہے۔

اللہ جل شانہٗ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے''ماں چونکہ جھٹکے پر جھٹکے اور تکلیف پر تکلیف اٹھا کر پیٹ میں رکھتی ہے اور وہ دو برس تک اپنا دودھ پلاتی ہے۔ اس لئے انسان کو ہم نے حکم دیا ہے کہ تم میرا شکریہ ادا کرو اور ساتھ ہی اپنے والدین کا بھی شکریہ ادا کرو''۔ ماں کے پیٹ سے بچہ کے باہر آنے کے بعد جتنی حفاظت اور دیکھ بھال کی ضرورت ہوتی ہے اتنی ہی ضرورت بچہ پیٹ میں رکھ کر بھی کرنا پڑتا ہے سب کچھ کھانے کے پینے کے چیزیں رہنے کے باوجود ماں کو پرہیز کرنا پڑتا ہے۔ یہ صرف بچہ کی بھلائی کے واسطے ہوتا ہے۔ ماں بچہ کے واسطے رات آنکھوں میں کاٹتی ہے۔ نیند ایک ایسی نعمت ہے جس کے نہ ہونے سے زندگی خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔ یوں سمجھئے انسان کو جتنے چیزیں اللہ نے عطا کیا ہے ان میں سب سے بہتر عطیہ نیند ہے۔ بچہ بیمار پڑتا ہے تو دوائی ماں کھاتی ہے۔ بچہ کے واسطے پرہیز ماں کرتی ہے۔ غریب والدین اپنے پیٹ کو مار مار کر بچوں کو کھلا یا پلایا کرتے ہیں بچہ جب والدین کے ساتھ کھانے بیٹھ جاتا ہے تو بچہ اکثر والدین کو مزیدار کھانوں سے محروم، رکھ کر خود ہی ہضم کرنے کی کوشش کرتے رہتا ہے۔ تب بھی والدین بہت خوش ہیں اور دست بدعا ہیں کہ ان کا بچہ پھولے پھلے۔ جب بچہ دوسروں سے لڑائی جھگڑا کر آتا ہے تو جرمانہ دینے والے والدین ہی ہوتے ہیں وہ بیچارے بچے کے واسطے گالیاں بھی کھاتے ہیں تکلیف اٹھاتے ہیں۔ ماں باپ چاہتے ہیں کہ بچہ بہتر سے بہتر زندگی کاٹے۔ اس لئے وہ ہر ممکن کوشش کر کے بچہ کو تربیت دیتے ہیں۔ عمدہ کھانا کھلاتے ہیں۔ بہترین لباس تیار کراتے ہیں۔ تعلیم دلاتے ہیں۔ خود بھی ان کے لئے معلم بن کر وہ سکھاتے ہیں۔ جن کا سیکھنا ضروری ہو۔ اکثر ایسے موقعوں پر قرضدار ہو جاتے ہیں۔ تکالیف اٹھاتے ہیں۔ پریشانی و پشیمانی اٹھاتے ہیں۔ پھر بھی والدین کو یہی خیال ہوتا ہے کہ خود ہزار تکلیف کیوں نہ اٹھائیں۔ برباد کیوں نہ ہو جائیں۔ اولاد کو خوش رکھنا اپنا نصب العین سمجھتے ہیں۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ولدین کی شان مبارک میں ارشاد فرماتا ہے۔''ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید کی ہے۔ کیونکہ ماں کس مصیبت ومشکل سے اسے پیٹ میں رکھتی ہے اور کس مشکل و تکلیف سے اُسے جنتی ہے۔ ڈھائی سال تک اپنا دودھ پلاتی ہے پھر جب اُس میں پوری قوت آ جاتی ہے اور بڑھتے بڑھتے چالیس برس کا ہو جاتا ہے تو وہ اللہ سے کہتا ہے۔ خداوند مجھے توفیق دے کہ تو نے جو احسانات مجھ پر اور میرے والدین پر کئے ہیں میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور ایسے نیک عمل کروں کہ تو راضی ہو۔ میری اولاد کو بھی نیک بخت بنا۔ میں تیری ہی طرف اس معاملہ کو رجوع کرتا ہوں اور میں تیرے فرمانبر بندوں میں بھی ماں کی قربانیاں ظاہر کر کے، بار بار اللہ تعالے تاکید فرماتا ہے کہ اللہ کے شکریہ کے بعد والدین کا شکر

بھی ضرور کرو۔ اور والدین کے حق میں ہر وقت نیکی کرتے رہو۔ والدین کے حق میں ہر وقت دعا کرتے رہو۔''

پھر ایک جگہ بڑے سے زور سے حکم ہوتا ہے۔''پروردگار کا قطعی حکم ہے کہ اس کے سوائے کسی اور کی پرستش نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کے ساتھ پیش آؤ اگر ان دونوں یا ان میں سے کوئی تمہارے سامنے بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائے تو دیکھو کبھی اُن کے سامنے اُف بھی نہ کرنا اور نہ کبھی انہیں جھڑکنا، اور جب ان سے بات کرو تو ادب کے ساتھ کرنا، اور جب ان کے سامنے جانا تو محبت سے لبریز اور عجز و خاکساری کا پیکر بنکر جانا۔ اور دعا کرتے رہنا کہ خداوندا جس طرح کہ انہوں نے مجھے محبت سے پرورش کر کے پالا اور بڑا کیا اور مجھ پر کرم کرتے رہے اسی طرح تو بھی رحم و کرم اُن پر کر''۔ اس سے زیادہ ادب و احترام سمجھ آسکتا، صرف شکریہ ادا کرتے رہنا اور صرف حسن سلوک سے کام نہیں چلے گا۔ اللہ کا فرمان ہے کہ والدین کے سامنے ادب سے بات کی جائے اُن کے حکم کی تعمیل کی جائے۔ ان کو جھڑکنا یا رد حکم تو کیا ان کے سامنے اُف تک نہ کرنا چاہیے۔ ان کے ساتھ محبت سے رہنا ان کو ہر وقت خوش کرنا ان کے حق میں دعا کرتے رہنا عین نیکی ہے جس کو خدا اور رسول ﷺ بہت پسند کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں دو چار جگہ نہیں بلکہ بہت سارے جگہ کھلے طور پر والدین کی شان بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالے خوب سمجھتا تھا۔ کہ بچپن میں تو سب ہی ماں باپ کا کہا مانتے ہیں۔ کیونکہ اس وقت وہ ماننے پر مجبور رہتے ہیں۔ سرکشی تو اس وقت ممکن ہے جبکہ آدمی با اختیار ہو۔ اس لئے اللہ تعالے اپنے جوان بندہ کو اس کے بوڑھے والدین کی خدمت کی سخت تاکید فرماتا ہے، اور دراصل والدین کی خدمت اولاد اسی وقت کر سکتے ہیں جبکہ وہ جوان ہو جائیں کیونکہ صاحبِ عقل صاحبِ مال و اختیار ہوتے ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم کا ارشاد مبارک ہے۔''اگر والدین تمہارے مال و اسباب پر بھی قابو پالیں اور اس سے محروم کر دیں تو بھی اُف نہ کرو۔''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے بالکل حق ہے۔ کیونکہ جب اولاد انکی ہے تو واقعی اولاد کی تمام چیزیں بھی انہی کی ہوئیں۔ اولاد کو ہر ممکن کوشش کر کے بہتر حالت کو پہنچانا یہ والدین ہی کا کام ہے۔ گویا اولاد کی کمائی والدین کی کوشش کا پھل ہے۔ اور وہ پھل کے حقدار والدین ہی ہیں۔ غور کیجئے عقل اور انسانیت قبول کرتی ہے کہ اولاد کسی حالت میں بھی والدین کو اپنی کمائی سے محروم نہیں کر سکتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں ''اس کی ناک خاک آلود ہو، اس کی ناک خاک آلود ہو، اس کی ناک خاک آلود ہو جو اپنے ماں باپ یا ان میں سے ایک کے بڑھاپے کا زمانہ پائے اور پھر بھی بہشت میں نہ جائے''۔ اس سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خدمتِ والدین جنّت کی کنجی ہے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ نے پانی مانگا۔ رات کا وقت تھا یہ پانی لینے گئے، ماں کی آنکھ لگ گئی۔ ادب سے جگانا گوارا نہ کیا۔ رات بھر اسی طرح پانی لئے کھڑے رہے۔ صبح ماں بہت خوش ہوئیں دعا دی۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے جو کچھ ملا ہے اپنی بوڑھی ماں کی خدمت و اطاعت سے ملا ہے۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگ والدہ صاحبہ بہت شکی مزاج تھیں اور نسوائی طریقوں کے مطابق عام واعظوں اور معمولی داستان گو لوگوں سے عقیدہ رکھتی تھیں۔ چنانچہ کوفہ کے مشہور واعظ عمرو بن زر سے عقیدہ رکھتی تھیں کوئی مسئلہ پیش آتا تو کہتیں عمرو بن ذر سے پوچھ آؤ خود بتاتے تو فرماتیں تو کیا جانے؟ چنانچہ تعمیل ارشاد فرماتے۔ عمرو بن زر معذرت فرماتے کہ آپ کے سامنے میں کیا زبان کھول سکتا ہوں؟ نہیں میری ماں کا حکم ہے۔ اکثر وہ (عمرو بن ذر) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ہی پوچھ کر بتاتے۔ سیری نہ ہوتی تو کہتیں میں خود جا کر پوچھونگی۔ چنانچہ اُنہیں خچر پر سوار کرا کے لے جاتے اور خود ادب سے پیدل چلتے۔

الحمد اللہ! ماں ہزار بُری ہو پھر بھی ماں ہے ہزار اچھوں سے بھی ایک بری ماں ہزار درجے اچھی اور باعثِ رحمت ہے۔ **بقیہ صفحہ 9 پر**

رسالہ الرشاد کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔

ہمارا مقصد حیات اعلیٰ حضرت شاہ کشمیری رضی اللہ عنہ کی فکر کو عام کرنا ہے۔

اراکین تنظیم الرشاد ہانگل شریف